باب# ۱۷۴

صلح حدیبیہ کے بعد

۱۰۹: سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃ [۶۰- ۲۸: قد سمع اللّٰہ] آیات ۱۰تا۱۲

باب# ۱۷۴

صلح حدیبیہ کے بعد

صلح حدیبیہ کی متنازعہ اور غیر منصفانہ شق کا موقوف ہونا

مسلمانوں کو صلح نامے کی وہ شق، جس میں اُن سے عمرہ کیے بغیر واپسی کا مطالبہ کیا گیا تھا نہایت گراں گزری تھی، اُس کے بعد سب سے زیادہ ناگوار وہ شق تھی جس کی رو سے مکے سے کسی بھاگ کر مدینہ آنے والے کو وہ واپس کرنے کے پابند تھے۔ قارئین کو حدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکہ سے معاہدے کے موقع پر ایک نو مسلم، ابو جندلؓ کا بڑی خستہ حالت میں آکر مسلمانوں سے پناہ کی درخواست کرنا یاد ہوگا، اور اُس کے باپ سہیل بن عمرو کا یہ کہنا بھی یاد ہوگا کہ اگر اس کو پناہ دی تو ہم کوئی معاہدہ ہی نہیں کریں گے۔ طویل مذاکرات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا مشرکین کو اُنھیں اپنے ساتھ لے جانے دینا اور جاتے ہوئے اُن کا باآواز بلند مسلمانوں سے کہنا: مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جا رہا ہوں کہ وہ مجھے میرے دین کے متعلق فتنے میں ڈالیں؟ جس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا: ابو جندلؓ! صبر کرو اور اسے باعثِ اجر جانو، اللہ تمھارے لیے اور تمھاری مانند جو دوسرے کمزور مسلمان ہیں اُن سب کے لیے رہائی اور خلاصی کی کوئی صورت نکال دے گا۔ ہم نے قریش سے صلح کرلی ہے۔ اور ہم نے ان کو اور انھوں نے ہم کو اس پر اللہ کا عہد (قسم/گواہی) دے رکھا ہے۔ ہم معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ یہ ساری باتیں قارئین کو یاد ہوں گی، آگے دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اس شق کو بے اثر اور موقوف (غیر موثر) کرانے کی سبیل پیدا کرتے ہیں۔

ابو بصیرؓ کی مدینہ آمد: مسلمانوں کے حدیبیہ سے واپس مدینہ پہنچنے کے بعد جلد ہی ایک روز عتبہ بن اُسید جو ابو بصیرؓ کی کنیت سے تاریخ میں مشہور ہیں، اسلام قبول کرنے کے جرم میں مکہ میں اپنے رشتہ داروں کے ہاتھوں قید تھے، بھاگ نکلے اور سات روز پیدل چل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اُن کے آنے کے تھوڑے عرصے بعد ہی مشرکین مکہ ازہر بن عبد عوف اور اخنس بن شریق کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کے پاس دو ایلچی ایک بنو عامر کا کوئی فرد تھا (نام نہیں معلوم) اور دوسرا کوثر نامی ایک آزاد کردہ غلام، آئے تاکہ وہ معاہدے کی رو سے ابو بصیرؓ کو مکہ واپس لے جائیں، نبی اکرم ﷺ کو ابو بصیرؓ کی واپسی کے نتیجے میں اُن پر ہونے والے

مظالم کا اندازہ تھا، تاہم معاہدہ کی پابندی لازم تھی، آپؐ نے ابو بصیرؓ سے فرمایا کہ ہم نے ان لوگوں سے جو معاہدہ کیا ہے وہ تم کو معلوم ہے، ہمارے دین میں بد عہدی اور فریب بہت بری چیز ہے، اس لیے اِس وقت تم واپس چلے جاؤ، اللہ تمہاری اور دوسرے مظلوم مسلمانوں کی رہائی کا کوئی نہ کوئی سامان فرمادے گا۔ ابو بصیرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہؐ ! آپؐ مجھ کو مشرکین کے حوالہ کرتے ہیں کہ وہ مجھے میرے دین کے معاملے میں فتنہ میں مبتلا کریں، آپؐ نے فرمایا ابو بصیرؓ جاؤ عن قریب اللہ تعالی تمہارے اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لیے کوئی راہ نکال دے گا۔ جس شخصؐ کے رسول ہونے پر ایمان لائے تھے خوشی کے ساتھ اُس کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی راہ نہ تھی، اس لیے ابو بصیرؓ خوشی خوشی قریش کے آدمیوں، عامری اور کوثر کے ساتھ واپس چلے گئے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر ساتھ لے جانے والے آدمی کھجوریں کھانے کے لیے ٹھہر گئے، ابو بصیرؓ کے پاس روٹیاں تھیں جو اُن دنوں بڑی قیمتی غذا تھی وہ اُنھوں نے اُن کے سامنے رکھ دیں اور سب مل کر روٹیوں کے ساتھ کھجوریں کھانے لگے۔ موقع پا کر عامری کی قریب رکھی ہوئی تلوار ابو بصیرؓ نے اُٹھائی اور آناً فاناً اُس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

ابو بصیرؓ واپس مدینے میں: کوثر نامی دوسرا آدمی خوف سے بھاگ نکلا اور جیسے تیسے مسجد نبوی پہنچا۔ مکہ کے قاصد کو بد حواس آتا دیکھ کر آپؐ نے فرمایا یہ خوف زدہ معلوم ہوتا ہے، قریب پہنچ کر کوثر نے واقعہ بیان کیا کہ میرا ایک ساتھی اس طرح سے مار ڈالا گیا اور میری جان بھی خطرہ میں ہے، ابھی یہ شخص واقعہ بیان کر رہا تھا کہ ابو بصیرؓ، عامری کے اونٹ پر اُس کی زادِ راہ کے ساتھ پہنچ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ، آپؐ کو اللہ نے ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا، آپؐ نے مجھے معاہدہ کے مطابق واپس کر دیا تھا، اللہ نے مجھے نجات دلا دی، رسول اللہ ﷺ نے ابو بصیرؓ کی باتیں سن کر فرمایا: ویل أمه مسعر حرب، لو کان معه رجال یعنی یہ شخص تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا اور تیز کرنے والا ہے، اور ہے کوئی جو اس کی امداد و اعانت کرے۔ جناب عبد الحق محدث دہلوی نے اس جملے کی بڑی عمدہ تشریح فرمائی ہے: "جس ماحول میں اور جس واقعے (سیاق کلام اور اقتضائے مقام) کے بعد زبانِ نبوت سے یہ جملہ ادا ہوا، اُس سے یہ ظاہراً ابو بصیرؓ کے کام کو بُرا کہنا ہے، لیکن دوسرے زاویہ نگاہ سے آپؐ کے اس کہنے کا مطلب ابو بصیرؓ کے عمل کو ہرگز بُرا کہنا نہیں بلکہ ابو بصیرؓ کی بہادری اور عقلمندی کی تعریف ہے۔ اور امید و توقع کا اظہار ہے کہ اگر اِس شخص کو اس کے کام (یعنی قریش کا دماغ ٹھکانے لگانے) میں کچھ مدد کرنے والے مل جائیں تو یہ کچھ کر کے دکھا سکتا ہے۔ اور کوئی ہے جو اِسے سمجھائے کہ یہ ہمارے پاس نہ آئے اور

یہاں سے چلا جائے، کیوں کہ اس کی ہمارے پاس موجودگی فتنے اور جنگ اور (نقضِ عہد کے) فتنے کا باعث بن سکتی ہے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ہے جو اسے پکڑ کر دوبارہ قریش کے سپرد کر دے۔ اس میں فرار کی طرف بھی تلقین و تعلیم ہے۔"

ابو بصیرؓ ساحل پر مشرک قریشیوں کی تاک میں ابو بصیرؓ نے یہ سنا تو سمجھ گئے کہ یہاں رُکا تو پھر لوٹا دیا جاؤں گا، اس لیے حدودِ مدینہ سے باہر ذو مروۃ کے قریب، عیص کے علاقے میں سمندر کے ساحل کی طرف نکل گئے، جہاں سے قریش کے تجارتی کاروانوں کا گذر ہوتا تھا۔ صلحِ حدیبیہ کے بعد کفّار نے مکّے کی سرحدوں کی نگرانی کم کردی تھی۔ وہ اِس خوش فہمی میں تھے کہ معاہدۂ صلح کے تحت بھاگنے والوں کو مدینے سے واپس بلایا جاسکتا ہے، لیکن نوجوان نو مسلم کم زور نگرانی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے مکّے سے نکل کر عیص میں سمندر کے کنارے ابو بصیرؓ کے پاس میں جمع ہونے لگے۔ چند ہی دنوں میں مکہ سے بھاگ کر ابو جندلؓ بھی اِن سے آن ملے، وہی ابو جندلؓ جن کو اُن کے والد سہیل بن عمرو حدیبیہ سے گھسیٹتے ہوئے لے گئے تھے۔ کچھ ہی دنوں میں یہاں جمع ہونے والوں کی تعداد ستّر تک پہنچ گئی، یہ جتھا قریش سے اپنے حقوق اور ظلم کے خلاف انصاف کا طلب گار تھا، اب کوئی قریشی یہاں سے امن کے ساتھ نہیں گزر سکتا تھا، کچھ نہ کچھ مار کٹائی ضروری ہوتی تاکہ وہ مکہ جاکر اس وبال سے نجات کے لیے قریش کو آمادہ کرے۔ کوئی تجارتی قافلہ گذرتا تو یہ لوگ قافلہ والوں کا سامان بھی ضبط کر لیتے، اس صورت حال سے قریش کی وہ تجارت جو پہلے مدینہ کی حکومت کی پابندیوں سے ماند پڑی تھی، اللہ اللہ کر کے صلح حدیبیہ کے نتیجے میں مسلمانوں کو عمرے اور حج کی اجازت دے کر کھلوائی تھی، صلح حدیبیہ ہی کے نتیجے میں نو مسلموں کو مدینے جانے پر مکے واپسی کی شرط کی بنا پر پھر سے خطرے میں پڑ گئی!

قریش معاہدے سے عاجز آگئے: حکومتی سطح پر تو معاہدے کی منسوخی یا کسی شق کی معطلی کے مطالبے کا تو قریش کو حوصلہ نہ تھا، اُنھیں اہلِ عرب کا وہ رشتہ دار ہونے کا مضبوط ترین واسطہ یاد آیا کہ اُسے یاد دلا کر محمد بن عبداللہ، رسول اکرم ﷺ سے سوال کریں، اور بھول گئے کہ جب اِسی محمد بن عبداللہ ہاشمی و مطّلبی ﷺ نے ہجرت سے قبل اُنھیں یہ واسطہ دیا تھا کہ کم از کم اُس کا خیال کریں تو اُنھوں نے کوئی خیال نہیں کیا تھا۔ الغرض جب قریشِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا کہ ساحل سے ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ اور اُن کے تمام ساتھیوں کو بلالیں اور وعدہ کیا کہ آیندہ وہ کبھی مکے سے بھاگ کر مدینہ آنے والے کی واپسی کا مطالبہ نہیں کریں گے تو نبی کریم ﷺ نے ابو بصیرؓ کو خط لکھوایا کہ واپس مدینے آجاؤ،

خط جب پہنچا تو بیماری کے سبب ابو بصیرؓ اپنی آخری سانسوں میں تھے خط سنا، آنکھوں سے لگایا اور جہانِ فانی سے گزر گئے۔ ابو جندلؓ نے نمازِ جنازہ کی قیادت کی اور وہیں تدفین ہو گئی۔

ولید ابن الولید رضی اللہ عنہ کی موت کا سانحہ

آپؓ مشہور عرب جنگجو ولید بن مغیرہ کے بیٹے اور سیف اللہ، خالد بن ولید کے سگے بھائی (والد کی طرف سے) تھے۔ بدر میں مشرکین کی طرف سے لڑے اور عبداللہ بن جحش کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، دونوں بھائیوں خالد بن ولید اور ہشام بن ولید نے چھڑانے کے لیے مسلمانوں کے مطالبے پر اُن کے باپ ولید بن مغیرہ کا نادر و نایاب اسلحہ پیش کیا۔ آزادی پا کر مسلمان ہو گئے، بھائی سخت ناراض تھے کہ فدیہ بھی ضائع کرایا، مکہ لے جا کر قید کر دیا، چار برس قید میں گزارے، صلح حدیبیہ کے بعد بھاگ نکلنے کا موقع مل گیا، اِن کی والدہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں۔ شرائطِ صلح کے مطابق مدینے جا نہیں سکتے تھے، ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ کے گروہ میں شامل ہو گئے، پچھلے صفحات میں جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ جلد ہی اس گروہ کی کاروائیوں سے قریش ہیبت زدہ ہو گئے اور عاجز آ گئے اور اُن کی خوشامد پر مدینے کی حکومت نے صلح نامے کی اس شق کے غیر موثر ہونے کی قریش کی درخواست قبول کر لی۔ چھاپہ مار دستہ ابو جندلؓ کی قیادت میں اپنے گروہ کے بانی ابو بصیرؓ کی تدفین کے بعد مدینہ کو روانہ ہوا، مدینہ کے راستے میں آتش فشانی چٹانوں پر ولیدؓ کا اونٹ لڑکھڑایا اور یہ گر پڑے جس سے انگلی میں زخم آ گیا، شہادت کے شوقین نے اپنی انگلی کو مخاطب کر کے کہا:[1]

اک انگلی ہی تو ہے تو، جو خوں بہا رہی ہے
ماسوا اس کے راہِ خدا میں نہ زخم لگا نہ خوں بہا

یہ زخم عمرہ قضاء کے بعد موت کا باعث بنا۔ عمرۂ قضا میں شریک تھے، اپنے بھائی خالد بن ولید سے مکے میں ملاقات نہ ہو سکی، وہ غائب و روپوش تھے کیوں کہ وہ جیتے جی مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہوتا نہیں دیکھنا چاہتے تھے ولیدؓ ابن الولید کو اِس ملاقات کی بڑی آرزو اور توقع تھی۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی متمنی تھے کہ خالد آئے اور اسلام قبول کر لے، ماں اور بھائی تو کر ہی چکے ہیں، اُس جیسا صاحب دانش کیوں پیچھے رہے؟ اس خیال و

---

[1] ولید رضی اللہ عنہ کی مدینے کی راہ میں انگلی زخمی ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفرِ ہجرت میں غار ثور کی چھت کے ایک پتھر کے گرنے کی وجہ سے انگلی زخمی ہونے اور دونوں کا اپنی زخمی انگلی کے بارے میں ایک جیسا کلام، واہ، واہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "اے انگلی، یہ تکلیف اللہ کی راہ میں آئی ہے، اس لیے یہ کوئی تکلیف نہیں!" [دیکھیے: کاروانِ نبوت باب #۱۰۶: قتل کرنے کا ناکام منصوبہ!، صفحہ|۴۹۵]

خواہش کا نبی کریم ﷺ نے ولیدؓ ابن الولید کے سامنے اظہار کیا۔ ولیدؓ ابن الولید عمرے کے بعد مدینے پہنچ کر اپنے انگلی کے زخم کے سبب شدید بیمار ہو گئے، موت سے قبل انھوں نے اپنے بھائی کو خط لکھا اور اُسے اسلام کی دعوت دی اور یہ بھی بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی تمھارے اسلام کے متمنی ہیں۔ یہ خط خالد بن ولید کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں ایک سبب بنا۔ اس کی تفصیل باب # ۱۸۰ میں خالد بن ولیدؓ کے ایمان قبول کرنے کے تذکرے کے ساتھ دی گئی ہے۔ بہر طور بھائی کو حالتِ اسلام میں دیکھنے کی آرزو لیے اللہ کا سپاہی، اللہ سے ملاقات کے لیے چلا گیا، اُس بھائی کو جس نے چار برس گرفتار وقید رکھا تھا۔ دونوں اِن شاء اللہ جنت میں ملاقی ہو جائیں گے۔

۱۰۹: سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة [۶۰- ۲۸: قد سمع اللّٰہ]

نزولی ترتیب پر ۱۰۹ ویں، ۲۸ ویں پارے میں سورۃ نمبر ۶۰، آیات ۱۰ تا ۱۲، دوسرا رکوع

آپ کو یاد ہو گا کہ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کا قافلہ مدینے کو چلا ہی تھا کہ واپسی کی راہ ہی میں سُوْرَةُ الْفَتْح نازل ہونی شروع ہو گئی تھی، مدینہ پہنچنے پر کچھ وقت گزرا تو جبریل امینؑ تین آیات لے کر نازل ہوئے جنھوں نے کم و بیش دو برس بعد فتح مکہ سے ذرا قبل نازل ہونے والی آیات کے ساتھ جڑ کر سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة کی تشکیل کی، یہ اس سورہ مبارکہ کی آیات ۱۰ تا ۱۲ ہیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد نو مسلم خواتین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے لگی تھیں اور ان کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوا کہ شرائط صلح کی رو سے مسلمان مردوں کی طرح کیا ان عورتوں کو بھی کفار کے حوالہ کر دیا جائے؟ آیات میں معاملے کے بارے میں ہدایت موجود ہونے سے یہ بات قطعی طور پر متعین ہو جاتی ہے کہ یہ آیات صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی ہیں اور یقینی طور پر فتح مکہ سے قبل کیوں کہ فتح مکہ کے بعد کفار تمام معاملات سے بے دخل ہو چکے تھے اور چند ہی مہینوں میں وہ تمام وہ لوگ جو کفّار کہلاتے تھے، اللہ کے رسولؐ پر ایمان لا چکے تھے۔

جس طرح مکہ میں بہت سی مسلمان عورتوں کے شوہر کافر تھے اور وہ کسی نہ کسی طرح ہجرت کر کے مدینہ پہنچ جاتی تھیں۔ اسی طرح مدینہ میں بہت سے مسلمان مرد ایسے تھے جن کی بیویاں کافر تھیں اور وہ مکہ ہی میں رہ گئی تھیں۔ ایک پے چیدہ سوال تھا کہ کیا اِن جوڑوں کا نکاح باقی ہے یا ٹوٹ چکا ہے۔ نازل ہونے والی اِن آیات نے یہ فیصلہ کر دیا کہ مسلمان عورت کافر شوہر کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، اور مسلمان مرد بھی کسی مشرکہ کو اپنے نکاح میں برقرار نہیں رکھ سکتا۔ یہ فیصلہ بڑے اہم قانونی اور فقہی نتائج رکھتا ہے جو اس سیرۃ کی کتاب کے دائرہ میں نہیں آتے، قارئین اس مقصد کے لیے **تفہیم القرآن** یا **احکام القرآن للجصاص** سے رجوع کریں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا جَآءَكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامۡتَحِنُوۡهُنَّ‌ؕ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِيۡمَانِهِنَّ‌ ۚ فَاِنۡ عَلِمۡتُمُوۡهُنَّ مُؤۡمِنٰتٍ فَلَا تَرۡجِعُوۡهُنَّ اِلَى الۡـكُفَّارِ‌ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمۡ وَلَا هُمۡ يَحِلُّوۡنَ لَهُنَّ‌ ؕ وَاٰتُوۡهُمۡ مَّاۤ اَنۡفَقُوۡا‌ ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ‌ ؕ وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡـكَوَافِرِ وَسۡـَٔلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ وَلۡيَسۡـَٔلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقُوۡا‌ ؕ ذٰلِكُمۡ حُكۡمُ اللّٰهِ‌ ؕ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ‏ ﴿۱۰﴾ وَاِنۡ فَاتَكُمۡ شَىۡءٌ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ اِلَى الۡـكُفَّارِ فَعَاقَبۡتُمۡ فَاٰتُوا الَّذِيۡنَ ذَهَبَتۡ اَزۡوَاجُهُمۡ مِّثۡلَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا‌ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡۤ اَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ‏ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الۡمُؤۡمِنٰتُ يُبَايِعۡنَكَ عَلٰٓى اَنۡ لَّا يُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَيۡـًٔا وَّلَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِيۡنَ وَلَا يَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ وَلَا يَاۡتِيۡنَ بِبُهۡتَانٍ يَّفۡتَرِيۡنَهٗ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِنَّ وَاَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِىۡ مَعۡرُوۡفٍ‌ فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ‏ ﴿۱۲﴾

اے ایمان والو! جب مومن عورتیں تمھارے پاس آئیں تو اُن کے مومن ہونے کی تحقیق کر لو، اللہ اُن کے ایمان کی حقیقت زیادہ بہتر جانتا ہے۔ پھر اگر تمھیں اُن کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرنا۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لیے حلال۔ اُن پر جو کچھ خرچ کیا ہو وہ ان کو واپس ادا کر دو۔ اور ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ تم اُن کے مہر اُن کو ادا کر دو۔ تم خود بھی کافرہ عورتوں کے ناموس پر قابض نہ رہو جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے وہ تم واپس مانگ لو اور جو کچھ کافروں نے خرچ کیا تھا اُسے وہ واپس مانگ لیں، یہ اللہ کا حکم ہے جو تمھارے درمیان فیصلہ کر رہا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور اگر تمھاری کافر بیویوں کے اوپر واجب مال میں سے کچھ تمھیں کفار سے واپس ملنے سے رہ جائے اور پھر تمھیں موقع ملے تو مسلمانوں میں سے اُن لوگوں کو جن کی کافر بیویاں ادھر کفار کے پاس رہ گئی ہیں اتنی رقم ادا کر دو کہ جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے [اُس کا مداوا ہو جائے] اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔ اے نبیؐ، جب تمھارے پاس مومن عورتیں اِن امور پر بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زِنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان سے متعلق کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی، اور نہ کسی امرِ معروف میں تمھاری نافرمانی کریں گی ۔ تو ان سے عہد (بیعت) لے لو اور ان کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو، بے شک اللہ بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

اے ایمان والو!، جب مومن عورتیں یا اپنے ایمان کا دعویٰ کرنے والی عورتیں مکے سے ہجرت کر کے تمھارے پاس آئیں تو اُن کے مومن ہونے کی اپنے ممکنہ ذرائع جیسے تفصیلی انٹرویو اور میسر ذرائع سے معلومات حاصل کر کے تحقیق کر لو، اللہ اُن کے ایمان کی حقیقت زیادہ بہتر جانتا ہے [یعنی سو فی صد حقیقت کا صحیح علم جس میں کوئی شبہ نہ ہو، حاصل ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف وہ علم کافی ہے جو میسر ذرائع سے باآسانی اور جلدی حاصل ہوتا ہے]۔ پھر اگر تمھیں اُن کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ سچی مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف ہرگز واپس نہ کرنا۔ نکاح/زوجیت میں آنے کے لیے نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لیے حلال۔ اُن کے کافر شوہروں نے اُن پر جو کچھ (بصورتِ مہر، منتقلی جائیداد، تحائف اور دیگر غیر تلف شدہ قابلِ واپسی چیزیں) خرچ کیا ہو وہ ان کو واپس ادا کر دو۔ اور ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ تم اُن کے مہران کو ادا کر دو۔ اور اے مسلمانو! تم خود بھی کافرہ عورتوں کے ناموس پر قابض نہ رہو (اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو)۔ جو کچھ تم نے اپنی کافر بیویوں پر خرچ کیا ہے (بصورتِ مہر، منتقلی جائیداد، تحائف اور دیگر غیر تلف شدہ قابلِ واپسی چیزیں) وہ تم واپس مانگ لو اور جو کچھ کافروں نے اپنی مسلمان بیویوں پر خرچ کیا تھا اُسے وہ واپس مانگ لیں، یہ اللہ کا حکم ہے جو تمھارے درمیان فیصلہ کر رہا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور اگر تمھاری کافر بیویوں کے اوپر خرچ کیے ہوئے واجب مال میں سے کچھ تمھیں کفار سے واپس ملنے سے رہ جائے (وہ دینے سے انکاری ہوں یا نہ دے رہے ہوں) اور پھر اُس کا بدلہ لینے کا تمھیں موقع ملے تو مسلمانوں میں سے اُن لوگوں کو جن کی کافر بیویاں ادھر کفار کے پاس رہ گئی ہیں اتنی رقم ادا کر دو جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے اور اس بدلہ لینے میں بھی انتہائی دیانت اور انصاف سے کام لو، اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔ اے نبیؐ، جب تمھارے پاس مومن عورتیں اِن امور پر بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زِنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور نہ ایسا بہتان باندھیں گی جو خود اُنھوں نے دل سے گھڑا ہو یا اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان سے متعلق کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی، اور نہ کسی امرِ معروف [۲] میں تمھاری نافرمانی کریں گی۔ تو ان سے عہد (بیعت) لے لو اور ان کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو، بے شک اللہ بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

---

۲ ہر ایسا کام جو عرفِ عام میں نیکی شمار ہوتا ہو معروف ہے جس کی ضد منکر ہے، جس کا بُرا ہونا ہر ایک جانتا ہے

مکہ کی خاتون اُمِّ کلثومؓ کی مدینے آمد اور اُن کی زیدؓ سے شادی

صلح حدیبیہ کے ماہ دو ماہ بعد مکہ کی چند مسلمان خواتین نے خاموشی سے مدینہ منوّرہ کی جانب ہجرت کا فیصلہ کیا۔ اِن میں ایک نوجوان خاتون، عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی ماں کی جانب سے سگی بہن اُمِّ کلثوم بھی شامل تھیں۔ اِس نوجوان نو مسلم لڑکی کا کفار کے معاشرے میں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا، بوڑھی ماں کو اپنے کافر بیٹے ولید بن عقبہ بن ابی معیط پر بھی کوئی اعتبار نہیں تھا کہ وہ اپنی مسلمان بہن کے لیے کوئی صلہ رحمی کر سکے گا۔ بات یہ تھی اس کی بوڑھی ماں، اروی ؓ بنتِ کریز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کی سگی بہن کی بیٹی تھیں، یعنی رسول اللہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی زاد بہن، اُن کا پہلا نکاح عفّان بن العاص سے ہوا تھا، جن سے ایک بیٹے عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی جو دامادِ رسول ہوئے اور پھر مسلمانوں نے اُنھیں، ابو بکرؓ اور عمرؓ کے بعد تیسرے نمبر پر اپنا خلیفہ بنایا۔ پہلے شوہر کے مرنے پر اروی ؓ بنتِ کریز کا دوسرا نکاح عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ ہوا، جن سے اُمِّ کلثومؓ پیدا ہوئیں، یوں وہ نبی اکرمؐ کی پھوپھی زاد بہن کی بیٹی ہونے کے ناطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھانجی بھی تھیں۔

اُم کلثومؓ کا باپ عقبہ بن ابی معیط اسلام دشمنی میں ابو جہل اور ابو لہب کا ہم پلہ تو تھا ہی لیکن کم ظرفی اور تنگ دلی میں کوئی بھی اُس کا ہم پلہ نہیں تھا۔ یہ مکہ میں آپؐ کا پڑوسی تھا، آپؐ کو نبوت ملنے کے بعد یہ دشمنی میں بہت ہی کمینے پڑوسی ہونے کا مظاہرہ کرتا رہا۔ یہ وہی تھا جس نے صحنِ کعبہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی، جب کہ آپؐ دورانِ نماز حالتِ سجدہ میں تھے، اور یہ وہی تھا جس نے آپؐ کے گلے میں اپنی چادر کا پھندا ڈال کر آپؐ کو گھسیٹا اور چادر مروڑ کر جان سے مارنا چاہا تھا، اس زور سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ آخر کار یہ دشمنِ اسلام آج سے چار برس قبل جنگِ بدر میں بہادری سے نہ مر سکا اور رُسوائی کے ساتھ زندہ گرفتار ہونے والے قیدیوں میں شامل تھا چناں چہ بدر سے مدینے کو واپس ہوتے ہوئے دوسرے پڑاؤ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پڑوسی، اپنے بہنوئی (سگی پھوپھی زاد بہن کے شوہر) اور اپنے داماد (عثمان رضی اللہ عنہ) کے سوتیلے باپ عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا تو فوراً ہی اس کا سر تن سے جدا کر کے زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پڑوسن ہونے کے ناطے، اُم کلثوم اور اُن کی ماں اروی ؓ بنتِ کریز کو اسلام کی خوشبو جلد ہی مل گئی، پھر اروی ؓ کا بیٹا اور ام کلثومؓ کا بھائی عثمان بن عفّانؓ بھی اِن کے دلوں میں ایمان کی شمع کو

فروزاں کرتا رہا، لیکن عقبہ بن معیط جیسے کم ظرف ظالم انسان کے سامنے اُنھیں اپنے اسلام کو ظاہر کرنے کا کوئی یارا نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اُسے قتل کروادیا تو دونوں ماں بیٹی کو جرأت اظہار ہوئی، یہاں تک کہ خندق میں ابوسفیان کی سالاری میں مشرکین قریش رسوا ہو گئے اور صلح حدیبیہ کے بعد چند مسلمان خواتین نے خاموشی سے مدینہ منوّرہ کی جانب ہجرت کا فیصلہ کیا۔ اِن میں اُمِّ کلثوم بھی شامل تھیں وہ اگرچہ اپنی بوڑھی ماں کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں لیکن مسلمان بوڑھی ماں کو اپنے کافر بیٹے ولید بن عقبہ بن معیط سے کسی خیر کی امید نہیں تھی وہ بھی شاید ساتھ نکل جاتیں لیکن یہ ساڑھے چار سو کلو میٹر کا پیدل سفر اِن کے بس کا نہیں تھا۔ اُنھوں نے سینے پر پتھر رکھ کر اپنے جوان بیٹی کو مدینے کی جانب ہجرت کرنے پر آمادہ کرلیا، جہاں اُس کا بڑا بھائی عثمانؓ بن عفان پہلے سے موجود تھا۔ قبیلہ بنو خزاعہ کے ایک شخص کی رہ نُمائی میں یہ چند مسلمان خواتین پاپیادہ مدینہ منوّرہ روانہ ہو گئیں۔ اِم کلثومؓ کو اپنے بھائی عثمانؓ بن عفّان کے گھر پر آئے ہوئے اتنا وقت بھی نہ ہوا تھا کہ پیدل سفر کی تھکان اُتر جاتی، عقبہ کے دونوں بیٹے، ولید اور عمارہ (دونوں ام کلثوم کے سگے بھائی) اُن کو واپس لے جانے کے لیے مدینہ آن پہنچے اور رسول اللہ ﷺ سے صلحِ حدیبیہ کی شرط کا حوالہ دے کر اپنی بہن کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ معاہدے کی شرط یہ تھی کہ قریش کا جو آدمی (رجل بمعنی مرد) ہمارے پاس آئے گا، اُسے واپس کر دیا جائے گا، لیکن اِس معاہدے میں خواتین کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے، چناں چہ اُمِّ کلثومؓ کو واپس بھیجنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قریش نے صلح نامے کے معاہدے کے تحت مدینے کی جانب سے خواتین کے واپس نہ کرنے کے دعوے کو بغیر کسی احتجاج کے قبول کرلیا۔ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة نازل فرمائی جس کی رو سے اِن کی واپسی کا سوال ختم ہو گیا، دیکھیے باب ۱۷۹۔

اُمِ کلثوم صُورت و سیرت میں یکتا تھیں۔ تین حضرات، زید بن حارثہؓ، زبیرؓ بن العوام اور عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے پیغام دیا۔ زیدؓ کو عثمانؓ نے ولی کی حیثیت میں اپنی بہن سے شادی کے لیے منتخب کیا اور وہ اُن کے نکاح میں آگئیں۔ نبی ﷺ اپنے منہ بولے بیٹے کے لیے پہلے ہی کسی اچھی دلہن کی تلاش میں تھے، یہ بات اُن کے لیے بڑے اطمینان کی تھی۔ لیکن جلد ہی اگلے برس وہ جنگ موتہ کے لیے تین ہزار نفوس پر مشتمل مسلم فوج کے سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے جس کا موتہ کے مقام پر رومیوں کی ایک لاکھ فوج سے ٹکراؤ ہوا اور پہلے ہی روز زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، محبوبِ رسول اللہ نے جامِ شہادت نوش کرلیا اور شادی کے پہلے ہی برس اُمِ کلثوم کو شہید کی بیوہ ہونے کا اعزاز مل گیا اور وہ بھی نبی ﷺ کے منہ بولے بیٹے کی بیوہ ہونے کا۔

وحی الٰہی کی ہدایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں تعمیر ہونے والے مدینے کے اُس معاشرے میں شادی کا بندھن محض انسان کی جنسی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ نہیں تھا بلکہ نکاح کا ادارہ مومن مرد اور مومن عورت کے درمیان ایک بندھن تھا جو تقسیم کار کے واضح خطوط میں دونوں کو باندھتا تھا تاکہ وہ ایک جسم وجان بن کر اسلامی معاشرے کے اخلاقی اور عددی فروغ کا ذریعہ بنیں، اُس میں خاندانی پشت پناہی کے بغیر بیوہ کا زندگی گزارنا ایک معمول سے ہٹ کر برائی سمجھا گیا تھا۔

عدّت گزارنے کے بعد نبی ﷺ کے ہم زلف جناب زبیر بن العوامؓ سے اُن کا نکاح ہوا، تاہم یہ رشتہ زیادہ عرصہ نہیں چل پایا اور بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے ناموافقت کی بنا پر طلاق ہو گئی۔ اُن سے ایک بیٹی زینبؓ پیدا ہوئیں۔ کچھ دنوں بعد عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اُن سے نکاح کر لیا۔ اُن سے چار بچّے ہوئے، جن کے نام ابراہیمؒ، اسماعیلؒ، حمیدؒ اور محمدؒ ہیں۔ خلیفہ سوم سیّدنا عثمانؓ کے دورِ خلافت میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے وفات پائی عدّت ختم ہونے کے بعد فاتحِ مصر، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا جو اُنھوں نے قبول کر لیا، تاہم شادی کے دو ماہ کے اندر ہی اللہ کے پاس سے ام کلثومؓ کا بلاوا آ گیا۔ زیدؓ اور عمر بن العاصؓ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

ایک بڑے دشمنِ دین کی بیٹی جس نے نوجوانی میں اسلام قبول کر کے اللہ کے دین کی خاطر کافرانہ معاشرے سے نکلنے کے لیے مدینے کی اسلامی ریاست کی جانب ساڑھے چار سو کلومیٹر کا سفرِ ہجرت پیدل طے کیا تھا، رسول اللہ ﷺ کے چار نامی گرامی رفیقوں کی یکے بعد دیگرے رفاقت میں رہ کر رفیقِ اعلیٰ سے ملنے چلی گئی اور اُس کا جسدِ خاکی مدینے کی خاک میں جذب ہو گیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اُمِّ کلثومؓ کی زندگی میں اُن بیوہ لڑکیوں اور خواتین کے لیے ایک سبق ہے، جو ہندوؤں کی مانند دوسرے نکاح کو عیب اور پہلے شوہر سے وفاداری اور محبت کے منافی سمجھتی ہیں اور پوری عُمر شوہر کے بغیر گزار دیتی ہیں۔

حبشہ میں عبیداللہ ابن جحش کی موت اور اُن کی بیوہ کا اُمُّ المؤمنین بننا

حبشہ (ایتھوپیا) میں صلح حدیبیہ سے چند ماہ قبل عبیداللہ ابن جحش موت سے ہم آغوش ہو گئے، یہ نبی اکرم ﷺ کی بیوی ام المومنین زینبؓ بنت جحش کے سگے بھائی تھے، اس طرح نبی ﷺ کے برادرِ نسبتی بنے۔ سردارِ

مشرکینِ قریش، ابوسفیان بن حرب کے داماد عبید اللہ ابن جحش اسلام قبول کرکے حبشہ ہجرت کر گئے تھے، اسلام قبول کرنے سے قبل عیسائی تھے، عیسائی ماحول میں جاکر اسلام سے منہ موڑا، ارتداد کا شکار ہوئے اور دوبارہ عیسائی ہوگئے اور چاہاکہ اُن کی بیوی بھی جنھوں نے اُن ہی کے ساتھ ہجرت کی تھی وہ بھی عیسائی ہوجائیں، لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئیں اور اُن کے ساتھ رہائش ترک کرکے بیٹی حبیبہ کے ساتھ رہنے لگیں۔

پہلے شوہر سے آپ کا ایک بیٹا عبد اللہ بھی تھا۔ آپ بہت سمجھ دار اور بہت خوب صورت تھیں، مسلمؒ نے خود ابوسفیان کی زبانی روایت کیا ہے: عِنْدِي أَحْسَنُ الْعَرَبِ وَأَجْمَلُهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ۔ [میرے گھر میں عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت اُم حبیبہ بنت ابوسفیان ہے۔] عبید اللہ کی موت تک وہ اپنی بیٹی حبیبہؓ کے ساتھ حبشہ میں ہی رہیں۔ آپ کا اصل نام رملہؓ بنت ابوسفیان تھا مگر اپنی کنیت ام حبیبہؓ کے نام سے معروف تھیں۔ آپ امیر معاویہؓ کی حقیقی بہن اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن تھیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ سردارِ قریش کی بیٹی اسلام قبول کرنے کی بنا پر دیارِ غیر میں سرپرستی کے عنوان سے بڑی کس مپرسی کی حالت میں ہے تو آپؐ نے نجاشی کو لکھا کہ وہ ام حبیبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نکاح کا پیام دے دیں۔ اِس نکاح کے پیام سے قبل وہ ایک ایسا خواب دیکھ چکی تھیں، جس میں کوئی شخص اُن کے پاس آیا اور اُنھیں اُم المؤمنین کہہ کر مخاطب ہوا۔ اُنھوں نے اس خواب سے یہی تعبیر اخذ کی تھی کہ شاید اللہ اُنھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دے دے۔ نجاشی نے جب پیغام بھیجا تو ام حبیبہ نے اسے بصد خوشی قبول کرلیا، اِس وقت آپ کی عمر ۳۷ برس تھی۔ اُنھوں نے اپنے رشتہ دار خالدؓ بن سعید کو منتخب کیا کہ وہ اُن کے ولی کے طور پر اُنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دے دیں۔ خالدؓ بن سعید بن العاص نے ایجاب و قبول کیا اور نجاشی نے خود ۴۰۰ اشرفی مہر ادا کر دیا اس طرح ۶ھ میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ نکاح میں آ گئیں۔ نکاح کے بعد نجاشی نے اپنے محل میں ضیافت کی اور اُس میں حبشہ میں مقیم تمام مہاجرین و دیگر مسلمانوں کو مدعو کیا گیا۔ حبشہ میں یہ تقریب منعقد ہو رہی تھی، ادھر مدینے میں بہ پہلوئے مسجد نبوی، دوسری ازواجِ مطہرات کے حجروں کے پہلو میں ایک اور حجرے کی تعمیر شروع تھی۔

نکاح کے بعد وہ مدینہ جانے والے مہاجرین کے ہم راہ کشتی کے سفر کے ذریعہ مدینہ کی قریبی بندرگاہ پر پہنچیں، آپؓ کے شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن دنوں خیبر فتح کرنے گئے ہوئے تھے۔ آپؓ سے احادیث کی معتبر ترین کتب میں ۶۵ احادیث منقول ہیں۔

آپؓ کے حوالے سے ایک قصہ جو بہت مشہور ہوا ہے وہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب دونوں اطراف کے لوگوں کی مکہ اور مدینے کے درمیان آمد و رفت بحال ہو گئی تھی، ایک مرتبہ جب قریش صلح حدیبیہ کے معاہدے کے خلاف کچھ ناقابلِ معافی حرکتیں کر بیٹھے تھے تو سردارِ قریش ابوسفیان بن حرب بنفس نفیس خود معاہدے کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، سردار ہونے کے علاوہ وہ نبی ﷺ کا سسر بھی تھا، اُسے آپؐ کے حجرے میں داخلے کا اِذن حاصل تھا۔ وہ اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے حجرے میں جوں ہی داخل ہوا اور چاہا کہ بستر جو بھی سامنے بچھا تھا اُس پر بیٹھ جائے تو ام حبیبہؓ نے تیزی سے آگے بڑھ کر بستر کو لپیٹ دیا، جس پر تعجب سے ابوسفیان نے پوچھا کہ بیٹی کیا یہ بستر میرے لائق نہیں تھا یا میں اس بستر کے لائق نہیں ہوں۔ اس پر اُن کی بیٹی نے جو جواب دیا وہ قیامت تک کے لیے امر ہو گیا، جواب کا لبِّ لباب یہ تھا: "یہ اللہ کے نبیؐ کا بستر ہے اور آپ مشرک ہیں، مشرک نجس ہوتے ہیں آپ اس قابل نہ تھے کہ نبی پاک ﷺ کے اس بستر پر بیٹھ سکتے"۔

معاویہؓ کے دورِ حکومت میں، ۴۵ ہجری میں مدینے ہی میں وفات پائی۔ معاویہؓ کی خواہش کے باوجود مدینے میں اپنی رہائش کو ترک نہیں کیا اور شہرِ نبی کو چھوڑ کر قصرِ شاہی میں اُن کے پاس مستقل قیام کے لیے نہیں گئیں۔

مہاجرین حبشہ کی مدینہ روانگی

حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ اسلام کے وہ سپاہی جو گیارہ بارہ برس سے اپنے نبیؐ کی صحبت سے دور زندگی گزار رہے تھے، جنھوں نے ابھی تک خاتم النبیّین کی نگرانی تشکیل پانے والے اسلام کے نئے مرکز کی حلاوت کو نہیں پایا تھا وہ اپنے مرکز میں آئیں، تربیت کے وہ معاملات جو ایک خالص اسلامی معاشرے اور اسلام کی حکمرانی سے حاصل ہوتے ہیں اُن سے محروم نہ رہیں۔ یہ مہاجرینِ حبشہ دینِ اسلام میں حلقہ بگوش ہونے والے اوّلین لوگوں میں سے تھے۔ انھوں نے نبوت کے پانچویں برس جب اسلام اپنی غربت کی انتہا پر تھا اسلام کا جھنڈا لے کر، اُس کی اشاعت و بقا کی خاطر ترکِ وطن کیا تھا، اب اس اعزاز کے مستحق تھے کہ وہ بھی کچھ وقت نبیؐ کی صحبت میں گزاریں، جو بڑھاپے کی سرحدوں میں داخل ہو رہے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام بھی اب دورِ غربت سے نکل کر تیزی سے اپنے اظہار (غلبے اور سربلندی) کی چوٹیوں (peaks) کی جانب بڑھ رہا تھا، اس غلبے کی تعمیر و تشکیل کو دیکھنا اور اس کی تعمیر کے کردار میں اپنا حصّہ پانا اِن حضرات کا بھی حق تھا۔ رسول اکرمؐ

نے جعفر رضی اللہ عنہ کو خط بھیجا کہ اُنھیں خوشی ہو گی اگر وہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ آکر سکونت اختیار کریں۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ خط پاتے ہی تیاری شروع کر دی۔ نجاشی کے لیے اِن لوگوں کی جدائی یقیناً ایک بڑا نقصان اور صدمہ رہی ہو گی، بہر طور اُس نے اُن کے لیے دو کشتیوں کا انتظام کیا۔ یہ طے ہوا کہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی اُن کے ساتھ سفر کریں گی۔

جب یہ حضرات مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ بیعتِ رضوان میں شریک تمام مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں یہود سے نبٹنے کے لیے خیبر گئے ہوئے ہیں جعفر رضی اللہ عنہ بھی اُدھر ہی روانہ ہو گئے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ خیبر پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا اور مسلمان خوشی سے اپنے رب کا شکر ادا کر رہے تھے۔ اپنے دور افتادہ بھائیوں کی واپسی کی وجہ سے فتح کی خوشی دو چند ہو گئی، جعفر رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہوئے تو آپؐ نے اُن سے معانقہ کیا اور پیشانی چوم کر فرمایا، میں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفر کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے۔ ظاہر ہے یہ ایک ایسے گوشت پوست کے بنے حسّاس انسانؐ کی جذباتی کیفیت تھی جس نے اپنے بھائی کو گیارہ بارہ برس قبل عالمِ غربت و مظلومیت میں اپنے سے دور دیارِ غیر بھیجا تھا اور آج جب اُسے عروج حاصل ہو رہا ہے اور وہ فتح کی خوشی سے نہال کیفیت میں اپنے بھائی کو سامنے دیکھتا ہے تو ہر چیز سے زیادہ اُس کو یہی لمحہ قیمتی لگتا ہے۔ اسلام کے غلبے کے لیے اُنؐ کا کمٹمنٹ اتنا شدید تھا کہ اس لمحے کو ایک برس بھی نہیں گزرا تھا کہ اُنھوں نے اپنے سب سے چہیتے فرد، اپنے منہ بولے بیٹے زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کی سرکردگی میں بھیجے جانے والے لشکر میں اپنے اِس بھائی جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو بھی اُس کا نائب بنا کر رومیوں سے لڑنے بھیج دیا اس ہدایت کے ساتھ کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ سالار بن جائیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ...... اور وہاں تینوں شہید ہو جاتے ہیں!! ...... غلبہ اسلام اور اقامتِ دین میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے یہ شہادت اِن تینوں کی منتظر تھی اور اِن تینوں کے جنّتی ہونے کی اُسؐ نبی نے خبر دی جس کے پاس اللہ کا فرشتہ وحی لاتا تھا۔ اِن جانے والوں کی جدائی اُسؐ سے زیادہ کسی نے محسوس نہ کی- جب شہید بیٹے کے گھر سے رنج سے مغلوب باہر نکلا تو اُسؐ کا جسم فرطِ غم سے ایک پتے کی طرح لرز رہا تھا، اور "یہ کیا؟" پوچھنے والے کے جواب میں کہا کہ یہ محبوب کی جدائی کا غم ہے!!

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی کی وفات اور بڑے بیٹے کا قبول اسلام

۸ ہجری میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی ام رومان رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔ یہ ایک بڑا سانحہ تھا، خاص طور پر ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہ ایک صدمہ تھا، قارئین سیرتؐ کے اب تک

کے مطالعے سے جان چکے ہوں گے کہ آپؐ کے اپنے دوست سے کتنے بہترین تعلقات تھے اور مکی دورِ نبوت میں رسول اللہؐ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر روزانہ جایا کرتے تھے، دوست کا غم آپؐ کے لیے بھی غم ہی تھا۔

ام رومانؓ سیرت و صورت دونوں لحاظ سے حقیقتاً ابو بکرؓ جیسے عالی مرتبت انسان کا بڑا مناسب جوڑ تھیں، ابو بکرؓ ایسے حسین تھے کہ جنھیں اُن کے مردانہ حسن کی وجہ سے عتیق کا خطاب ملا تھا اور کردار یہ تھا کہ آج ڈیڑھ ہزر برس بعد بھی مسلمانوں کا خطیب ہر جمعہ کے خطبے میں اُن کے مناقب بیان کرتے ہوئے پکارتا ہے افضل البشر بعد الانبیاء۔ ام رومانؓ بھی حوروں کی طرح خوب صورت بیان کی جاتی ہیں، جس کی تصدیق زبانِ رسالت نے کی ہے۔

ابو بکرؓ کے گھر میں امِ رومانؓ کے بطن سے دو بچے پیدا ہوئے، عبدالرحمٰن اور عائشہؓ۔ آپؓ کی دیگر اولاد دوسری بیویوں سے تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاندانِ نبوت سے کتنا تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود امِ رومانؓ کی قبر میں اترے۔ اُن کی موت کا صدمہ تو صدمہ تھا ہی تاہم اِس صدمے کے نتیجے میں یہ ہوا کہ اِن کے بیٹے جن کا اسلام سے قبل نام عبدالعزیٰ تھا اور بدر و اُحد میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے کفار کے ساتھ آئے تھے، لیکن سینکڑوں دوسرے مشرکینِ قریش کی مانند وہ بھی جنگِ خندق اور صلح حدیبیہ کو دیکھ کر اندر سے ہل کے رہ گئے تھے اور اسلام کے لیے اللہ نے اُن کا دل نرم کر دیا تھا۔ ماں کی وفات نے اُن کو بے چین کر دیا ہو گا اور دل نے کہا ہو گا کہ اسلام قبول کرنا ہے تو کیوں نہ اس صدمے کے موقع پر باپ اور بہن کے ساتھ غم میں شریک ہو جائے۔

عبدالعزیٰ مدینہ آئے اپنی بہن اور والد سے ملے اور اسلام قبول کر لیا۔ اِن کا مشرکانہ نام عبدالعزیٰ سے تبدیل کر کے عبدالرحمٰنؓ کر دیا گیا۔ اپنے والد کو بتانے لگے کہ جنگ کے دوران آپؓ (ابو بکرؓ) میری تلوار کے نیچے آ گئے تھے، میں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ باپ نے جواب دیا بیٹے، اگر تم میری تلوار کے نیچے آ جاتے تو واللہ میں نہ چھوڑتا، وہ کیوں کر آتے؟ اُن کی قسمت میں تو ریاستِ مدینہ میں ہجرت کا شرف باقی تھا، جو فتح مکہ کے بعد ہزاروں ایمان لانے والے صحابہؓ کو ملنا بند ہو گیا!

☆☆☆☆☆

ضروری نکات، سوالات و یادداشتیں